

ڈاکٹر ظہور احمد انصاری

حدیث نبوی کا بلاغی اعجاز

(۲)

مگر جب نبوت و رسالت کے دائمی و زندہ جاوید معجزہ کی ضرورت پیش آئی اور انسانیت کو حکمت لایزال و قدیم کی حامل کتاب زندہ قرآن حکیم عطا ہونے کا وقت آیا تو اس کے لئے عربی زبان اور بلاد عرب کو چنا گیا۔ یہاں کے لوگ روز ازل سے دنیا کے جمیلوں سے الگ تھلگ اہل جنت کی سی سادہ مگر اکڑ فطرت کے ساتھ ساتھ تمام آئینوں سے پاک ثقافت و زبان بھی رکھتے تھے۔ امام بلاغت العرب ابو عثمان الجاہلی نے لکھا ہے کہ عرب کے بادیہ نشین کسی فکر و فلسفہ اور تہذیب و تمدن کے مالک تو نہ تھے لیکن اس کے بدلے میں انہیں دو خوبیوں سے نوازا گیا تھا۔ ایک خلافت اللسان یعنی زبان کی تیزی اور کثرت تھی اور دوسری بلیغۃ البیان یعنی فی البدیہ خطابت و زور بیان (۳۳)۔ مگر مصطفیٰ صادق الرافعی کی رائے یہ ہے کہ عرب کے ہر بڑے سے بڑے خطیب و مقرر کی فصاحت و بلاغت اپنی تمام پختگی و صارت کے باوجود قبل از وقت تیاری، سوچ بچار اور غور و فکر کی محتاج نظر آتی ہے، جو تکلف اور تصنع کی ملاوٹ سے بھی خالی نہ ہوتی تھی۔ عرب کے یہ فصحاء و بلغاء اپنے ہیوں سے اخذ و تعلم اور وسیع تجربہ و مہارت کے بعد کسی مرتبہ و مقام پر فائز ہوتے تھے مگر بایں ہمہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو عیوب خطابت سے کلی طور پر مبرا و منزہ ہوتا (۳۴)۔

اب گویا فصاحت و بلاغت کے چہرچوں اور بلاغت نبویؐ نے اپنا جادو جگانا تھا اور ہنگامہ آرائی کا جواب اعجاز القرآن ہی تھا چنانچہ دس سورتیں پھر ایک سورت لانے کا چیلنج دیا گیا اور جب کوششیں ناکامی کے قدرتی انجام سے ہمتناہ ہو گئیں تو یہ کہہ دیا گیا کہ اگر تمام جن و انسان مل کر ایک دوسرے کی مدد کر کے بھی معجزہ قرآنی کا جواب لانا چاہیں تو بھی نہیں لاسکیں گے۔ (۳۵) تمام جن و انس کو یہ چیلنج دینا دراصل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آنے والے تمام زمانوں میں ازل سے ابد تک یہ چیلنج قائم و دائم رہے گا اور معجزہ قرآنی بلکہ معجزات قرآنی کا جواب کسی کے پاس کوئی نہیں ہو گا، اسی لئے یہ چیلنج کل بھی تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔ قرآن کا

جواب نہ کل تھا نہ آج ہے اور نہ کل ہو گا۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ کل بھی تھا، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

مگر ہمارا موضوع اس وقت اعجاز القرآن نہیں بلکہ اعجاز محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور ہماری توجہ و اہتمام کا مرکز فصاحت و بلاغت نبویؐ کا اعجاز ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت بھی بلاشبہ ایک معجزہ ہے اور یہ معجزہ بھی درحقیقت قدرت ربانی کا ہی کرشمہ و اعجاز ہے۔ نبیؐ اور رسول بلاشبہ خدا نہیں ہوتا مگر وہ کسی طرح کسی حال میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت نے اپنی ذات بے ہمتا کو اپنے اسی بندے کے واسطے سے تو منواتا ہوتا ہے، اگر اس کا یہ بندہ خود معجزہ نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کیسے منوائے گا۔ اگر اللہ رب العزت اپنے اس بندے سے الگ اور جدا ہو جائے تو اس کی قدرت کاملہ اور حکمت باللہ کو کون تسلیم کرے گا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبائش شناسی اور انساب دان میں یکتائے روزگار مسلم تھے۔ وہ جزیرہ عرب کے قبائل کی تاریخ، ان کے فضلاء و پلغاء اور ادباء و شعراء سے بھی آگاہ تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے جوانی تک یراعار ہونے کے باوجود یہ نہ جانتے تھے کہ آپؐ نے فصاحت و بلاغت کا سلیقہ کہاں سے سیکھا ہے، اس لئے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: (۳۶)

”لقد طفت فی العرب وسمعت فصحاء ہم فما سمعت افصح منك فمن ادبک یا رسول اللہ؟ فقالنا ادبنا ربی فاحسن تادیبی“

یعنی میں عرب میں گھومتا پھرتا رہا ہوں اور میں نے ان فصحاء کو بھی سنا ہے مگر میں نے آپؐ سے بڑھ کر کسی کو فصیح و بلیغ نہیں پایا تو اے اللہ کے رسول! آپؐ کو یہ اسلوب اپنی کس نے سکھایا ہے آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ مجھے تو میرے رب نے ہی ادب سکھلایا ہے تو کیا خوب ادب سکھلایا ہے!

اب آپؐ نے یہ واقعہ توبار بار پڑھا اور سنا ہو گا، نبیؐ اور ان کے صدیق کے اس سوال و جواب سے بھی آپؐ بخوبی آگاہ ہوں گے، ذرا غور فرمائیے کہ وہ ابوبکر صدیقؓ جو قبائل عرب اور ان کے انساب کے ماہر تھے کہ اگر انہیں انساب العرب یعنی عرب کا سب سے بڑا نسب دان تسلیم

کرتے تھے۔ اور وہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفولت، شباب اور کھولت کے معنی شاہد بھی تھے، اپنے یار غار کی کوئی بات ان سے چھپی نہ تھی مگر کبھی انہیں کسی سے ادب کا درس لینے نہ دیکھا تھا، کسی خطیب و مبلغ سے اصول خطابت و بلاغت سیکھتے نہ سنا تھا۔ مگر یکایک کتاب اللہ کے نزول کے آغاز اور منصب رسالت سے نوازے جانے کے بعد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور یہ پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ فصاحت و بلاغت کا یہ سیل رواں و بیکراں کس کا فیض ہے۔ ظاہر ہے سوال وہی کرتا ہے جس سے کوئی بات چھپی ہوئی ہو وہ سب کچھ تو جانتا ہو مگر کوئی ایک بات اسے حیران کر رہی ہو، یہ معلوم تھا کہ میرا دوست بنو ہاشم کا چشم و چراغ ہے، قبیلہ بنو سعد بن بکر میں پلا بڑھا ہے پھر تمام عمر کاروبار زندگی میں ایک ساتھ رہے ہیں، صدق و امانت میں کلام نہیں، جب نبوت کا اعلان فرمایا تو بلاچوں و چراں مان لیا کہ صادق و امین کی زبان سے ہر ایک کے لئے سچ کے سوا کچھ نہیں نکلا تو وہ معاذ اللہ صرف اپنے خالق و مالک قادر مطلق رب العزت پر افتراء باندھے گا، ہرگز نہیں، فرمایا کہ جبرئیل امین تھا، اس نے منصب نبوت و رسالت کی بشارت دی ہے اور وحی ربانی سے مشرف کیا گیا ہے۔ چنانچہ بلاچوں و چراں ایمان لے آئے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ روزِ مہ کے کلام نبوت کے پس منظر سے آگاہ نہ تھے کہ یار نے کب اور کہاں سے یہ فیضان بلاغت پایا ہے۔ لہذا سوال کر ہی لیا، جواب ملا کہ یہ تو بس میرے رب کا فیض عام و کرم دوام ہے اور تم دیکھتے ہو کہ میرے رب نے مجھے کتنے خوبصورت انداز میں اسلوب ادب سکھایا ہے!

بات دراصل یہ ہے کہ نبی کی ذات مجسم معجزہ خداوندی ہوتی ہے، اس کا نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہو جانا ہی اللہ رب العزت کا اعجاز اور اس کی قدرت مطلقہ کا کرشمہ ہوتا ہے۔ نبی و رسول کوئی عام آدمی نہیں رہتا بلکہ وہ تو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور من کان اللہ کان اللہ کی زندہ تصویر بن جاتا ہے، نبی کی ذات کی یہی حقیقت صادقہ ہے جو ہر زمانے میں اس کے مقابل فہم اور ناقابل یقین رہی ہے۔ کفار مکہ کے لئے بھی یہی حیثیت نبویؐ، ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم تھی، سب کہتے تھے ”انتم بشر مثلنا“ کہ تم تو ہم سے انسان ہی ہو، اور جواب ہوتا تھا ”نحن بشر، لکم یوحی الینا“ یعنی ہم بشر تو تم جیسے ہی ہیں بس یہ کہ ہم پر وحی ہوتی ہے محمد رسول اللہ سے۔ ”میرے بنو خلف، اور ولید بن مغیرہ وغیرہ یہی کہتے تھے کہ ”ان انت الا بشر مثلنا“ تو تو ہم سا انسان ہی ہے، حکم ہوا کہ فرما دیجئے ”انما انما بشر مثلکم یوحی الی

(۳۷) ”میں بشر تو تم جیسا ہی ہوں مگر وحی ربانی سے بھی تو نوازا گیا ہوں۔

اب یہ ”یوحی الہی“ (میری طرف وحی ہوتی ہے) کوئی معمولی بات نہیں ہے، جسے بعض لوگوں نے شاید معمولی سمجھ لیا ہے، یہ بہت بڑی بات ہے، بلکہ سب سے بڑی بات ہے بلکہ سب کچھ ہے ہی یہی۔ تم دنیاوی معاملات میں کہتے ہو فلاں بادشاہ ہے باقی بادشاہ نہیں ہے، فلاں صدر مملکت ہے باقی قوم صدر نہیں ہے، فلاں وزیر اعظم ہے باقی عوامی نمائندگان وزیر اعظم نہیں ہیں تو یہ فرق تمہارے نزدیک کوئی معمولی بات ہے، یہ تو تمہارے حقیر دنیاوی معاملات کی بات ہے۔ بادشاہت و حکمرانی ملتی ہے پھر چین لی جاتی ہے یہ بادشاہت و حکمرانی دینے والے تو وقت کے انسان ہوتے ہیں، جب اس امتیازی فرق کا یہ عالم ہے تو پھر اس امتیازی فرق کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ جس کا تعلق اللہ اور اس کے رسولوں سے ہے، یہ منصب رسالت و نبوت کے عالم ارض کو عالم سماوی سے جوڑتا ہے۔ یہ رسالت ہی تو ہے جو فرش کو عرش پر پہنچاتی اور عرش کو فرش پر لاتی ہے تو یہ کوئی اتنی معمولی بات ہو سکتی ہے؟ اللہ رب العزت تو فرماتا ہے کہ ”ذلک فضل اللہ یونیبہ من یشاء“ (۳۸) (یہ وحی و نبوت تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے) اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وحی ربانی عطا فرما کر ارشاد ہوا کہ ”وعلمکم ما کم نکتہ نعم و کان فضل اللہ علیکم عظیما“ تجھے تو وہ کچھ سکھلا دیا ہے اس نے جو تو نہیں جانتا تھا اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا تجھ پر فضل عظیم ہوا ہے! (۳۹)

تو گویا یوحی الہی کوئی معمولی بات نہیں ہے، فضل نبوت فضل عظیم ہے، نبوت تو بشر کو بشیر و نذیر بنا دیتی ہے۔ وہ اللہ کا معجزہ ہو جاتا ہے اس کی ہر بات معجزہ ہوتی ہے اس کا کلام بھی معجزہ ہوتا ہے، نبی ہمیشہ اللہ کا ہوتا ہے اور اللہ اسے اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا اس کے سامنے سمندر کی موج ہوتی ہے اور پیچھے فرعون کی فوج ہوتی ہے مگر وہ کسی خوف و خدشہ یا حزن و ملال کے بغیر بلا جھجک آواز بلند کرتا ہے کہ ”کلا ان معی ربی سیہدین“ کما ہرگز نہیں (نہ فوج کی پرواہ ہے نہ موج کی) میرے ساتھ تو میرا رب ہے، اس نے تو میرے لئے راستہ نکالنا ہی ہے (۴۰) تو اسے کہتے ہیں پیغمبرانہ اعجاز یا اعجاز پیغمبری! اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے خود اپنی ذات اور اپنے وجود میں ایک معجزہ ہوتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اللہ کا پیغمبر اپنی ذات اور اپنے وجود میں سرچشمہ ہوتا ہے معجزات کا۔ اس کا ہر سانس، ہر قدم اور ہر بات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہوتی ہے

اس لئے ان بزرگوار ہستیوں سے معجزات کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔

ایسے فیصلہ کن لمحات میں جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایک لمحہ درپیش تھا، عام مصلحین، وزعماء کے قدم ڈمگانے کے لمحات ہوتے ہیں مگر رسل و انبیاء کا مرتبہ و مقام اس سے بلند تر ہوتا ہے، ان کے قدم ثابت و مستحکم رہتے ہیں بلکہ ثابت و استقامت میں معجزات کا ظہور ہوتا ہے، وہ ”من کان للہ کان اللہ“ کی حقی تصویر ہوتے ہیں، ہر قول اور ہر فعل ”مکلفہ“ اور ”مکفہ“ اللہ بود“ کی مثال ہوتا ہے۔

مگر وہ انبیاء میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام چونکہ سب سے بالا و برتر ہے اس لئے آپ کی ذات والا صفات ہر بات اور ہر پہلو میں کمالات کے بام عروج پر ہے۔ مہربو عزیمت میں، ثابت و استقامت میں، مکارم اخلاق و حسن معاشرت میں، قیادت، خطابت ذکر و عبادت، حکمت و سیاست الغرض انسانی زندگی کے ہر پہلو اور ہر عمل میں یکنا و بے مثال ہیں۔ مٹھی بھر جاں نثاروں کو عزم و ہمت کا کوہ گراں اور شجاعت و استقامت کی فولادی قوت کس طرح بنایا جاتا ہے اس کا ثبوت ہمیں غزوہ بدر سے پہلے کے لمحات میں ملے گا۔ پہ سالار کی جنگی حکمت عملی کی خلاف ورزی سے شکست ہو جائے تو فاتح فوج کے موریل کو کس طرح پست کیا جاتا ہے اور شکست خوردہ فوج کو فاتح دشمن سے مرعوب ہونے کی بجائے حوصلہ مندی کا درس دیا جاتا ہے۔ اس کا اظہار جنگ احد کے بعد لہولہان اور زخمی ساتھیوں کو ساتھ لے کر ابو سفیان کو مرعوب کر کے بھگانے اور پیچھے مڑنے کے تمام راستے بند کرنے کے لئے حمراء الاسد میں لشکر اسلام کی لٹکار سے ہوتا ہے، صلح حدیبیہ اسلام کے لئے یقیناً فتح مبین تھی، کفار مکہ کی طرف سے مطمئن ہو کر یسود اور سرکش و بد عمد قبائل عرب کی سرکوبی اور شاہان عالم کو خطوط کے ذریعہ رحمتہ اللعالمین کی دعوت عامہ کا موقع ملا مگر اس وقت یہ متاع و خلائق صرف ایک آنکھ دیکھ رہی تھی اور یہ تھی محمد رسول اللہ کی آنکھ تو یہ سب نبوت کے قائدانہ معجزے ہیں!

مندرجہ بالا اجمالی اشارات کے بعد ہم غزوہ حنین کو لیتے ہیں، جہاں محمد رسول اللہ کی پہ سالارانہ دور اندیشی اور شجاعت و استقامت کا پیغمبرانہ اعجاز بھی بڑی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے اور آپ کا بلاغی اعجاز بھی پوری طرح جلوہ گلن نظر آتا ہے۔ بارہ ہزار کا لشکر تھا جو بدر و احد اور خندق کے مٹھی بھر جاں نثاروں کے مقابلہ میں بہت بڑا لشکر تھا، مگر سالار اسلام کی دور اندیشی

ملاحظہ ہو کہ مکہ مکرمہ سے روانگی سے قبل تیاری میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھی جارہی، اسلحہ بھی اکٹھا کیا گیا اور سرمایہ بھی ادھار لیا گیا مگر یہ کثرت بعض سپاہیان اسلام کو عجب و تکبر سے دوچار کر گئی۔ چنانچہ دشمن فوج کے سپہ سالار مالک بن عوف کی جنگی حکمت عملی سے بارہ ہزار کے قدم اکٹھا کر گئے، 'صبح منہ اندھیرے چاروں طرف کی پہاڑیوں سے لشکر پر تیروں کی بارش ہو گئی، سب بھاگ کھڑے ہوئے، یہ دیکھ کر ابو سفیان تسخرا و استزاء کے انداز میں کہہ رہا تھا! یہ شکست خوردہ سرہٹ دوڑتے ہوئے لوگ اب سمندر سے پہلے نہیں رکیں گے! اور شیبہ بن عثمان بن ابی طرہ کہہ رہا تھا! آج مجھے بھی محمدؐ سے اپنا انتقام لے کر جگر کو ٹھنڈا کرنے کا موقع مل رہا ہے (۳۱)۔

یہ ایک بڑا ہی نازک موقع تھا، مدینہ سے فتح مکہ تک اسلام اور اہل اسلام کا جو رعب اور بیت دلوں کو مسخر کر چکی تھی وہ خطرہ کی زد میں تھی۔ بیس سالہ جہاد اسلامی کی تاریخ داغدار ہونے کو تھی، بارہ ہزار کا لشکر جرار راہ فرار اختیار کر رہا تھا، لیکن نہیں! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک اہل بشر نبی مرسل اور بے مثال سالار کی نظر تھی، دشمن کا لشکر تیروں کی بارش کر کے اپنا دار کر چکا تھا اور نیچے اتر رہا تھا اور فتح کے محمدؐ میں بھاگنے والوں کے مکرر حملہ سے بے خبر تھا، ایسے میں اللہ کا رسول برحق ڈٹ جاتا ہے۔ اس پاس سے بھاگتی فوج کے سامنے اپنے قدم زمین میں گاڑ دیتا ہے۔ دشمن کی بھری ہوئی فوج کے طوفانِ بلاخیز کے سامنے بند باندھ دیتا ہے۔ صدائے نبوتؐ گونجتی ہے (۳۲) لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہاں جاتے ہو؟ ٹھہرو ادھر دیکھو انا لنبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب پھر عباس بن عبدالمطلب کی بلند آواز فضاؤں کو چیرتی ہے، اے معشر انصار! اے معشر مہاجرین! اے بیت رضوان سے مشرف ہونے والو! ادھر آؤ محمد رسول اللہؐ زندہ و سلامت ہیں اور دشمن کے سیلِ بلاخیز کو روک چکے ہیں! تاریخ کتنی ہے کہ بھاگتی ہوئی فوج پلٹی، جھپٹی اور دشمن خوف و حیرت میں پیچھے کی طرف بھاگا اس کی فتح شکست میں بدل گئی، ہارے ہوئے جیت گئے بائیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار جنگی قیدی مال غنیمت ہاتھ لگا!

اب نو مسلوں کی بھیڑ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کو تھی، محمد رسول اللہؐ کی نگاہ دور بین نے حالات کو بھانپ لیا تھا، ایک اونٹ کی کمان سے بال لیا اور مال غنیمت پر منزلانے والوں سے مخاطب ہوئے (۳۳)!

”ایہا الناس! واللہ مالی فی ہذہ الفنائم ولا فی ہذہ الویرۃ الا الخمس والخمس مردود علیکم“ ردو اعلیٰ روافی! ایہا الناس! فواللہ لو ان لکم بعدو شجر نہامتہ ابلًا“ لقمتم علیکم ثم ما الغیتمونی بغیلا ولا جبانًا ولا کذابًا“

لوگو! اللہ کی قسم ہے اس مال غنیمت اور اونٹوں کی، اس اون میں میرے لئے صرف خمس ہے اور یہ خمس بھی تم ہی کو واپس مل جائے گا، میری چادر مجھے لوٹا دو بخدا اگر تمامہ کے درختوں کے برابر بھی مال غنیمت کے اونٹ ہوتے تو تم میں بانٹ دیتا، تم مجھے بخیل، بزدل یا جھوٹا نہ پاتے! اس تقریر کے بعد آپ قریش کے مولفۃ القلوب کو مال غنیمت سے خوش کر رہے تھے، ادھر انصار مدینہ کو حصہ نہ ملنے سے احساس محرومی و بے چینی کی کیفیت پیدا ہوتی دکھائی دے رہی تھی، وہ سمجھ رہے تھے کہ مکہ فتح ہو گیا، رسول اللہ اب شاید اپنی قوم کے پاس رک جائیں، شاید اسی لئے مال غنیمت انہی کو دینا چاہا ہے، اس صورت حال کو نبوی بلاغت کا اعجاز منبھاتا ہے اور حالات کا رخ بدل جاتا ہے، ارشاد ہوتا ہے (۳۳)!

”یا معشر الانصار! ماہذا الذی سمعتم عنکم الم انکم ضالین فہذاکم اللہ وعالمتہ فاغنا کم اللہ واعدا“ فاللہ بین قلوبکم قالوا! بلی یا رسول اللہ! قال! اما واللہ لو شئتم لقمتم فلنصد قسمم ولنبصقتم اتیننا مکلنا فصد قناک فمخذولا فنصرناک! وطریقنا فادبناک وعائلنا فاسیناک! استکثرتم یا معشر الانصار لعاجلتہ من الذنبا! نالفت بہا قوما لیلعوا وکلکم الی اسلامکم!! الا ترضون یا معشر الانصار! ان یذهب الناس بالشاء فنبعیر وترجعوا برسول اللہ فی رحاکم؟ فواللہی نفس محمد بیہدہ لولا ہجرة لکنت واحد امن الانصار! ولو سلک الناس شعبا وسلکت الانصار شعبا“ لسلکت شعب الانصار اللهم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء الانصار! ” اے گروہ انصار! یہ کیا ہے جو میں نے تمہارے بارے میں سنا ہے؟ کیا میں تمہارے پاس ایسے حال میں نہیں آیا تھا جبکہ تم گمراہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی، تم محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت مند بنا دیا، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا

سب نے کہا! ہاں یا رسول اللہ! بخدا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اگر چاہو تو اور تم سچے ہو گے اور تمہاری تصدیق کی جائے گی کہ آپ ہر بار ہمارے پاس آئے تو آپ جھٹلائے ہوئے تھے مگر ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا مگر ہم آپ کے مددگار بن گئے، آپ کو بے

سارا بنا دیا گیا تھا لیکن ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ محتاج تھے مگر ہم نے آپ سے ہمدردی کی۔ اے گروہ انصار! تم نے جلد ملنے والی دنیا کو بہت کچھ سمجھ لیا، میں نے اس دولت دنیا سے لوگوں کی تالیف قلب کی ہے تاکہ وہ اسلام قبول کر لیں، تمہیں میں نے تمہارے دین اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ اے گروہ انصار! کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ لوگ تو اپنے ساتھ بکریاں اور اونٹ بٹے کر جائیں مگر تم لوگو تو رسول اللہؐ تمہارے ساتھ ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک انصاری ہوتا۔ اگر انصار ایک گھاٹی میں سے گذرتے اور باقی سب لوگ دوسری گھاٹی میں سے گذرتے تو میں اس گھاٹی سے گذرتا جس سے انصار گذرتے ہیں۔

اے اللہ انصار پر، ان کے بیٹوں پر اور ان کی بیٹیوں کے بیٹوں پر رحم فرما!“

یہ الفاظ بکلی بن کر چٹکے، رحمت بن کر برسے اور معجزہ بن کر چھا گئے۔ یہ تھی ایک مثال حدیث نبویؐ کے بلاغی اعجاز کی، یہ الفاظ جو انسانوں پر سحر حلال بن کر چھا گئے اور ان کی روش بدل کر رہ گئی، ان کی زندگی کا رخ بدل گیا، کلمات نبوتؐ اپنے اندر تین بلاغی اوصاف رکھتے ہیں جو کلام بلغ کو فن کی بلندی پر تسلیم کرنے کا معیار ہیں۔ فصاحت و بلاغت کی اس بلندی کے بعد اور کوئی مقام بلند ہے ہی نہیں، اس کلام نبویؐ کا پہلا وصف خلوص ہے، یعنی یہ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے جو عیوب و نقائص بلاغت شمار ہوتے ہیں دوسرا وصف بلاغی یہاں قصد و توازن ہے جو لفظ و معنی کے تناسب و اعتدال میں نظر آتا ہے۔ ان معانی کے لئے کوئی اور الفاظ لانے کی حاجت نہیں اور اگر ان الفاظ میں سے آپ کچھ نکال دیں اور ان کی جگہ اور الفاظ لے آئیں تو وہ لفظ و معنی کا قصد و توازن غائب ہو جائے گا جو یہاں کلام نبویؐ کا طرہ امتیاز ہے، لیکن اس کلام نبویؐ کا تیسرا وصف بلاغی اسے فن کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر پہنچاتا ہے جو ”استغناء“ کہلاتا ہے یعنی کلام کا تمام اوصاف بلاغت سے پوری طرح متصف ہونا۔

کلام نبوتؐ کا وہ وصف جس نے جیسے امام الادب و الشہ کو اپنا فریضہ اور رگرویدہ بنایا وہ ان کلمات سے عبارت ہے جن کے حروف کی تعداد کم مگر معانی کی مقدار کثیر ہے۔ اسی طرح نئی تراکیب، تعبیرات اور محاورات کا ایک سلسلہ ہے جس کا آپ سے پہلے عربی زبان میں وجود ہی نہ تھا، آسمان اور عام فہم الفاظ ہیں مگر معانی کی ایک دنیا ہے جو جوامع الکلم میں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی

نظر آتی ہے، مثلاً ”یوم بدر کے متعلق فرمایا کہ ”ہذا یوم لم یابعده“ (یہ ایک ایسا دن ہے جس کے بعد اس کے نتائج کا ایک سلسلہ ہوگا) حق غالب آیا تو تاریخ کا دھارا بدل گیا اور اگر خدا نخواستہ دوسری صورت ہوتی تو آج دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی، اسی طرح بڑا ہونے والے فتنوں کے متعلق آپ کے ایک منقول ارشاد میں صلح کے بارے میں ایک محاورہ استعمال ہوا ہے ”ہنئہ علی دخن ہند“ جنگ بندی یا عارضی صلح کو کہتے ہیں جسے انگریزی میں ٹوس کہتے ہیں، دخن کھانے کی اس مجبوری ہوئی کیفیت کا نام ہے جو اس پر دھوئیں کے اثر انداز ہونے سے پیدا ہوتی ہے، یہ دونوں لفظ حضورؐ سے قبل عربی میں مستعمل تھے مگر ان دونوں لفظوں کو ملا کر یہ محاورہ زبان وادب کی تاریخ میں پہلی بار صرف حضورؐ نے بولا اور پھر ضرب المثل بن گیا (۳۵)۔

تشبیہ و تمثیل بات کو موثر طور پر دل نشین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے تمام انبیائے کرام کے وعظ وکلام کی یہ نمایاں خصوصیت رہی ہے، رسول اکرمؐ کو تشبیہ و تمثیل پر حیرت انگیز قدرت حاصل ہے (۳۶)، ”حدیث نبویؐ کا ذخیرہ ایسی سینکڑوں مثالوں کو ہمارے سامنے لاتا ہے، تمثیل کی ایک بلیغ مثال آپ کا وہ ارشاد ہے جو معاشرہ کے تحفظ و اصلاح کے متعلق ایک موثر درس عبرت پیش کرتا ہے اور جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوئے ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھ گیا، ان میں سے ایک نے اپنی جگہ کشتی میں سوراخ کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ تو میری اپنی جگہ ہے یہاں میں جو چاہوں کروں، اب اگر وہ اسے پکڑتے ہیں تو سب کی نجات ہے ورنہ سب غرق ہوں گے (۳۷)۔“

سب سے آخر میں ایک اہم نقطہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ قرآن کریم کے بلاغی اعجاز اور حدیث نبویؐ کے بلاغی اعجاز میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟ یہ حقیقت تو واضح ہے کہ اعجاز القرآن اور اعجاز الحدیث میں یقیناً فرق ہے اور ہونا بھی چاہئے مگر اس باریک فرق کو سمجھنا اور سمجھانا ایک اہم اور مشکل مسئلہ ہے اس فرق کو ہم دو مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ پہلی مثال اس طرح ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ قادر مطلق کا کلام ازیں ہے اور کسی وقت کیس بھی کسی انسان کے بس میں یہ نہیں کہ اس کا جواب لا سکے مگر کلام نبویؐ میں بعض فصحاء عرب کسی ایک بات میں کسی نہ کسی طرح تو شریک ہو سکتے ہیں مگر نہ تو فصیح و بلیغ عرب ایسا کر سکتا ہے اور نہ کوئی بلاغت کے ہر پہلو میں حضورؐ کا ہم پلہ ہو سکتا ہے، ”گویا

مشارکت جزوی ممکن ہے مگر مساوات مطلق ناممکن ہے کیونکہ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد اور وحی ربانی کے نزول کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان اور باکمال شخصیت ہر بشری نقص و عیب پر غالب آچکی ہے حتیٰ کہ شیطان پر بھی 'اس لئے نہ صرف یہ کہ کوئی لغزش کوئی نقص یا کوئی عیب اب آپ کی ذات میں ناممکن ہے بلکہ آپ کا تو ہر قول بھی وادہ - منطق عن الہوی کے تابع ہے جبکہ دیگر فصحاء و بلغاء یہ دعویٰ نہیں کر سکتے، ان کا یہ نصیب ہی نہیں، اب تو کوئی نبی بھی نہیں بن سکتا صرف شنبی مغفتری اور کذاب ہو سکتا ہے (۳۸)۔

دوسری مثال یہ ہے کلام اللہ کی حفاظت کا انسانی اور ربانی دونوں طرح کا انتظام موجود ہے بلکہ ضمانت و انکی و کامل موجود ہے، جبکہ کلام نبوی کی حفاظت کا ایسا انتظام موجود نہیں رہا اور نہ اس کی کسی نوع کی ضمانت دی گئی ہے مگر بایں ہمہ امت اسلامیہ نے اپنے نبی کے ارشادات کی حفاظت و تدوین کے لئے ایک شاندار اور قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے اس لئے جہاں بھی قوی حدیث نبوی صحت کے ساتھ ثابت و مسلم پائی جائے گی اس میں بلاغی اعجاز کا پایا جانا ممکن ہو گا، مگر یہ حدیث نبوی کا بلاغی اعجاز کسی طرح بھی اعجاز القرآن کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا (۳۹)۔

تخصیص بحث کے طور پر ہم یہ کہیں گے کہ!

۱۔ نبی و رسول کا اپنے منصب پر فائز ہونا اور وحی ربانی سے نوازا جانا بجائے خود ایک معجزہ ہوتا ہے۔

۲۔ اس منصب کے لئے انتخاب و امضاء اللہ رب العزت کی مشیت کلام ہے اس لئے اس کے چنے ہوئے میں کوئی نقص یا عیب یا کوتاہی ہونا شان الوہیت کے متافی ہے۔

۳۔ نبی کا ہر قدم مشیت الہی سے ہی اٹھتا ہے اور اس کی ہر بات اس کے فرمان کے تابع ہوتی ہے۔

۴۔ حدیث نبوی کی قوی قسم جو صحت کے ساتھ ثابت ہو اس میں اعجاز بلاغی کا ہونا قدرتی بات ہے۔ تقاضائے وقت کے مطابق خاتم الانبیاء کا زندہ جاوید معجزہ چونکہ بلاغت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے آپ کی زبان معجزہ بیان سے نکلنے والے ارشادات بھی بلاغی اعجاز کا شاہکار ہوتے ہیں۔

۵۔ اعجاز القرآن اور حدیث نبوی کے بلاغی اعجاز میں فرق ہے۔

حواشی و مصادر

- ۱ = علوم الحديث للشيخ سبي الصالح من جلد ۳، ادب الحديث النبوي للاستاذ بكري شيخ امين من ۱۰، البير الحديث للاستاذ عبدالعزیز من ۱۲۳
- ۲ = علوم الحديث من جلد ۳، ادب الحديث النبوي من ۳۸
- ۳ = سورة البقرة آیت ۱۸۱
- ۴ = تجاوير الاصول من ۵۳
- ۵ = سورة الاحقاف آیت ۶-۷
- ۶ = سورة عبكوت آیت ۴۹
- ۷ = الاقان للشيخ علي ۱/ ۱۱۵، تاريخ الادب العربي للذيات من ۷۲
- ۸ = سورة الحجر آیت ۹
- ۹ = تجاوير الاصول من ۱۳۲
- ۱۰ = البيان واخصان للشيخ علي ۱/ ۱۱۳
- ۱۱ = ايضا ۱/ ۱۰۶
- ۱۲ = ايضا ۱/ ۱۰۳
- ۱۳ = ايضا ۱/ ۱۱۵
- ۱۴ = لسان العرب زير ماده ع ج ز
- ۱۵ = شرح المواقف للبرجاني ۳/ ۵۱۵
- ۱۶ = سيرة النبي ۳/ ۱۱۵
- ۱۷ = سورة النجم آیت ۳-۴
- ۱۸ = احیاء علوم الدین للشيخ علي ۲/ ۴۷۳، فصاحت نبوی من ۱۴۳
- ۱۹ = بلوغ الارب للشيخ الاوسي ۲/ ۵۲
- ۲۰ = اعجاز القرآن للمسطفی صادق الراقفی من ۳۲۰
- ۲۱ = شرح برده البهيري من ۷۳
- ۲۲ = البير الحديث ۱/ ۱۱۵، اعجاز القرآن للراقفی ۲۲۰-۳۲۱، الذيات
- ۲۳ = القضاء للقاضي مياض ۲/ ۷۸، فصاحت نبوی ۳۰۰
- ۲۴ = البيان واخصان ۲/ ۱۸-۱۹
- ۲۵ = فصاحت نبوی من ۲۰۱ القضاء ۲/ ۱۷۸
- ۲۶ = اعجاز القرآن للراقفی من ۳۳۲
- ۲۸ = البيان واخصان ۳/ ۱۸
- ۲۹ = الاكل للبريد بنو، مشق ۱/ ۱۵
- ۳۰ = البيان واخصان ۲/ ۱۸-۱۹، اعجاز القرآن للراقفی من ۳۳۲
- ۳۱ = ادب الحديث النبوي من ۱۱-۱۲
- ۳۲ = سورة الزخرف آیت ۵۲
- ۳۳ = البيان واخصان ۱/ ۱۳۲، مقدمه ديوان مسان للبرقوني من
- ۳۴ = اعجاز القرآن للراقفی من ۳۳۰
- ۳۵ = سورة بني اسرائيل آیت ۸۸
- ۳۶ = اعجاز القرآن للراقفی من ۳۳۵، البيان واخصان ۱/ ۱۳۲
- ۳۷ = سورة كنف آیت ۱۱۰
- ۳۸ = سورة قل عمران آیت ۷۴
- ۳۹ = سورة نساء آیت ۱۱۳
- ۴۰ = سورة الشعراء آیت ۶۲
- ۴۱ = تاريخ طبري ۳/ ۳۳۲، روح المعاني ۱/ ۷۲
- ۴۲ = ابن بشام ۲/ ۲۸۲
- ۴۳ = محمد بن جرير مصطفی محمود من ۵۲
- ۴۴ = بريد فلب العرب للاستاذ ذكي صفوت ۱/ ۷۵
- ۴۵ = البيان واخصان ۲/ ۱۶
- ۴۶ = تاريخ الادب العربي للذيات من ۷۳
- ۴۷ = طبعات الرسول للاستاذ محمد ميتة الابرار من ۲۷۷
- ۴۸ = ادب الحديث النبوي من ۲۷۱، فصاحت نبوی من ۲۱۶
- ۴۹ = ايضا

